گلہائے خوش رنگ

ڈاکٹر سید تقی عابدی کی تازہ ترین تخلیق "گلشن رویا" اس وقت میرے سامنے ہے۔ یہ فکر انگیز کلام اہل ذوق کے لئے گراں مایہ سرمایہ ہے اور اُن کی پیشکش ہر اعتبار سے قابل ستائش اور معتبر ہے، جس کے لئے وہ لائق تحسین و مبارک باد ہیں۔ اردو زبان کی خوش نصیبی ہے کہ اُسے تقی عابدی جیسی ادب نواز ماہر لسانیات شخصیت میسر آگئی۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنے پیشہ طبابت کے ساتھ ساتھ اردو نثر، مقالہ نگاری اور تحقیق و تنقید میں ایک ایسا مقام پیدا کرلیا ہے کہ ان کے ادب پارے اب اردو ادب کے نامور حلقوں میں مستند تسلیم کئے جاتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسا تو ہونا ہی تھا کیونکہ مشرقی تربیت، سائنسی ذہن، اعلیٰ تعلیم اور ادبی ذوق جب یکجا جمع ہو جائیں تو اس حسین امتزاج سے کرامات کا ظہور پذیر ہونا کوئی انوکھی بات نہیں۔

میرے نزدیک ڈاکٹر تقی عابدی کا شمار گنتی کے اُن چند لوگوں میں ہوتا ہے، جن کے پاس کہنے کو بہت کچھ ہے اور جو کہنا جانتے بھی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنی کاوشوں اور صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنی تمام تر توانائیوں کو اردو ادب کے کسی ایک گوشے کی جانب مرکوز نہیں کیا بلکہ وہ اردو کے گیسوئے پریشان کو سنوارنے کے قائل ہیں۔ نظم ہو یا نثر، مرثیہ ہو یا منقبت، حمد و نعت کا میدان ہو یا تغزل کا شہر، اردو تحقیق کی بات ہو یا مقالہ نگاری کا تذکرہ ـــــ ڈاکٹر صاحب کی خدمات اور تخلیقات، پرستارانِ اردو سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ آپ کی تصانیف کو پڑھ کر قاری کو اندازہ ہو جائے گا کہ آپ نے اردو کے علاوہ فارسی طرز شاعری پر کتنا گہرا مطالعہ کیا ہے اور اس بحرِ بیکراں سے کتنے بیش قیمت گہر حاصل کئے ہیں، جن سے آئندہ نسلیں مستفید ہوں گی۔

ڈاکٹر تقی عابدی کی شاعری میں فکر کو مرکزیت حاصل ہے۔ وہ اپنی بات کو کبھی انیس کے سوز و گداز کا رنگ دے کر اور کبھی علامہ اقبال کا داعیانہ مفکرانہ انداز دے کر نہایت شائستگی کے ساتھ برملا کہہ دیتے ہیں۔ ملاحظہ کیجئے۔

آج حیوان صفت پہنے ہیں انسانی نقاب
آج ہر ہاتھ میں رہتی ہے تمدن کی کتاب

آج ظالم کے حوالے ہے عدالت کا حساب
آج قمری کا نگہبان ہے خونخوار عقاب

ایسے عالم میں کوئی ہے جو حقیقت بولے
بند لاشوں پہ کوئی ہے در زنداں کھولے

وہ اپنی بات محض اپنے حوالے سے نہیں کرتے بلکہ اپنے محسوسات کے وسیلے سے، اپنے ماحول اور اپنے گرد و پیش کی منظر کشی کرتے ہیں۔ نظم کے چند اشعار ملاحظہ ہوں ۔

کلی کو بادۂ شبنم پلا دیا میں نے
لہو سے کانٹے کا چہرا سجا دیا میں نے

چمن کو آتشِ گل سے کبھی جلاتا ہوں
صدائے بانگِ درا سے کبھی جگاتا ہوں

خیال کو پرِ جبریل دے دیا میں نے
قلم میں رنگِ گلستاں کو بھر لیا میں نے

جو منزلوں کو ملائے وہ رہگزار ہوں میں
چمن سرشت ہوں صحرا کا برگ و بار ہوں میں

صدائے کلک میں روداد زندگانی ہوں
میں کائنات کی اک ان کہی کہانی ہوں

محبت کے عنوان سے جب بات کرتے ہیں تو نظم و غزل دونوں میں اتنی سچائی سے اظہار بیاں کرتے ہیں کہ قاری ان کے احساسات کا ہم آہنگ ہو جاتا ہے ۔

بھٹکے ہوئے منزل پہ پہنچ جائیں گے خود ہی
رستوں سے اگر راہنماؤں کو ہٹا دو

لوگوں میں فقط عیب نظر آتے ہیں جس کو
اس کو بھی کبھی آئینہ خانہ میں بٹھا دو

خود روشن پھیلے گی محبتؔ کی زمیں پر
جو تم سے جفا کرتا ہے تم اس کو دعا دو

"بچوں کی ہنسی" کے عنوان سے ان کی نظم محبت سچائی اور انسانی ہمدردی کے جذبوں سے سرشار ہے۔ اپنی بیٹی کے لئے انہوں نے جو نظم "رویا" کہی ہے اس کی جھلک ملاحظہ ہو۔

ننھے ہونٹوں پہ بہاروں کا ترانہ لے کر
برف کے دور میں ساون کا زمانہ لے کر
چاندنی بن کے مرے صحن میں اتری ہے وہ
بن کے رنگین کنول جھیل میں ابھری ہے وہ

ہے یہ رویا کا اثر
مل گئی نور نظر
اس کی تعبیر نہیں
ویسی تصویر نہیں
ایسی تحریر ہے وہ
جس کی تفسیر نہیں

ڈاکٹر تقی عابدی کے اشعار پڑھ کر قاری پر یہ انکشاف ہوتا ہے کہ انہوں نے نئی نئی باتیں نئے انداز میں کہی ہیں گو وہ روایتِ تغزل سے دور بھی نہیں ہوئے۔ کہتے ہیں۔

نظر بُت تراشوں کی جن کو ملی ہے
چٹانوں کے اندر صنم دیکھتے ہیں

عجب دور ہے یہ کہ لفظوں کے اندر
ادیبوں کے ٹوٹے قلم دیکھتے ہیں

خم و پیچ و عالمؔ کو بھی دیکھ لیں گے
ابھی زلف جاناں کے خم دیکھتے ہیں

○

کچھ ایسا خوف تھا شعر و ادب کی بستی میں
میں اپنے نام کی تختی بھی گھر لگا نہ سکا

کس کو صدا کروں کہ کوئی ہمنوا نہیں
کس موڑ پر کھڑا ہوں مجھے خود پتا نہیں

○

تم دھوپ کے صحرا میں کسے ڈھونڈ رہے ہو
یہ جھاڑ ہیں کانٹوں کے جو سایا نہیں کرتے

○

مرے خیال سے رنگین نوا ہیں لوح و قلم
سنوارے میں نے عروسِ سخن کی زلف کے خم

○

شکستہ خواب کی تعبیر ڈھونڈ رہا ہوں میں
فضا میں بکھرے ہوئے گیت چن رہا ہوں میں

ادب کی خلعتِ زرباف بُن رہا ہوں میں
حریمِ غیب کی آواز سُن رہا ہوں میں

○

انصاف ترا دیکھتے اے حسنِ جہاں گیر
ہم عدل کی زنجیر ہلائیں گے کسی دن

خاموش ہیں اس وقت تری بزم میں لیکن
جو بات سنانی ہے سنائیں گے کسی دن

ہم ان کی بات سننے کے منتظر ہیں اور امید کرتے ہیں کہ وہ یونہی سخن طراز رہیں گے اور بزمِ خیال کی رونق کو اپنے منفرد رنگ سے رونق افروز کرتے رہیں گے۔

ڈاکٹر عبدالرحمٰن عبد
(نیویارک)